© rasailojaraid.com

ذوالکفل کس دیس جا بسے ہو......؟

محمد حامد سراج

دھند ہے...... گہری اور دبیز دھند......

آنسو خشک ہوگئے، پھر بھی دھند ہے۔کفیل شاہ آپ نے کیوں کہا کہ مجھے بھی لکھنا ہے۔ میں ذوالکفل پر کیسے لکھوں......؟ میرا دل بہت کمزور ہے۔آنسو پھر سرسبز ہوگئے اور دھند چھاگئی۔کفیل شاہ آپ نے کیوں کہا...... بولیے نا کیوں......؟ ذوالکفل میرے لان میں بیٹھا ناشتہ کر رہا ہے۔کل شام میں اپنی خانقاہ کی مسجد کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ مسجد کے صحن میں متبسم ذوالکفل اور مولانا حبیب الرحمٰن کو دیکھا۔ جی کِھل اٹھا۔مسجد کے صحن میں کتنی دیر باتیں کرتے رہے۔

حامد صاحب! آپ کے چہرے پر تھکن ہے...... ذوالکفل نے پوچھا

بس شاہ جی...... ڈیوٹی سے لوٹ کر تھکن جسم میں گھر بنالیتی ہے۔

اگلی صبح ناشتے کی میز پر مجھے ذوالکفل نے بہت شستہ لطائف سنائے۔ایک لطیفہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے بھی سنایا۔ وہ میری دل جوئی میں مصروف تھے کہ میرے اندر جو بھی درد ہے، اداسی، وہ کم ہو.... تحلیل ہوجائے۔ ناشتہ کے دوران اردو ادب کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ وقت ہمارے درمیان تھا اور ہم خوش تھے۔ایسی ملاقاتیں انسان کی سانسیں بڑھا دیتی ہیں۔

معلوم نہیں تھا یہ آخری ملاقات ہے...... ہمیں ہمارے رب نے بے خبر رکھا ہے۔اور اچھا کیا بے خبر رکھا، ورنہ ہم روز مرا کرتے......

مغرب کی نماز کے بعد کا کوئی سمے تھا...... موبائل پر بیل ہوئی۔

ملتان سے ماں جی (میرے بیٹے داماد سعد قیوم خاکوانی کی والدہ محترمہ) کا فون تھا اور پھر لامتناہی سناٹا...... خبر تھی یا کوئی قیامت، جو گزری۔ مجھے سکتہ ہوگیا۔

''بیٹا! سعودی عرب میں ذوالکفل شاہ جی کار کے حادثے میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔''

پھر مسلسل فون بجنا شروع ہوگیا...... ڈاکٹر عنایت صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے بات ہوئی۔ حافظ صفوان کا فون آیا۔

میں تھا...... آنسو...... اور بس آنسو...... پہلو میں درد اٹھا...... جیب سے دل کو سنبھالنے والی گولی نکالی کہ زبان کے نیچے رکھ سکوں...... اہلیہ سے کہا صبح دارِ بنی ہاشم ملتان پہنچنا ہے...... اِسی سہ پہر میں راولپنڈی سے لوٹا تھا، لیکن مجھے دارِ بنی ہاشم کا احاطہ کھینچ رہا تھا جہاں میں نے اپنی رفاقتوں کا سلسلہ سید عطاء المحسن شاہ صاحب سے پہلی بار جوڑا تھا اور، اور پھر مجھے کوئی ایسا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سفر ملتان کا یاد نہیں کہ دارِ بنی ہاشم کے مکینوں کی قدم بوسی اور دعاؤں کے بغیر لوٹنا ہوا ہو۔

آج دل کے بائی پاس آپریشن کو ابھی ایک ماہ دس دن ہوئے ہیں۔ درد جاگ رہے ہیں اور مجھے اِس تحریر کو مکمل کرنا ہے۔ ذوالکفل سے پہلی ملاقات کب ہوئی، یاد نہیں۔ بس اتنا یاد ہے سر پر سفید ٹوپی اوڑھے ایک خوبرو جوان سے ملاقات ہوئی جس کے چہرے پر رونق، نور اور مسکراہٹ تھی۔ اُس کے پاس موٹر سائیکل تھی۔ اُس نے موٹر سائیکل سٹارٹ کرنے سے پہلے مفلر اچھی طرح لپیٹا۔ میں اُس کے ساتھ بیٹھا اور ہم کتابوں کی ایک بڑی دکان میں پہنچ گئے۔ مجھے کتابیں خریدنا تھیں۔ پھر اُس کے بعد محبتوں اور رفاقتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس میں ذوالکفل کی محبتیں، اپنائیت، خلوص، اور لہجے میں شہد ایسی مٹھاس شامل ہے۔

خانقاہ سراجیہ کے ساتھ اُن کی وابستگی اِتنی گہری تھی کہ سعودیہ سے لوٹنے پر بھی وہ اپنے مشاغل اور ذمہ داریاں تیاگ کر بابا جی قبلہ حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ العالی کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے۔ شاہ جی کی خواہش ہوتی کہ مجھے تسبیح خانے میں لنگر کی دال سبزی کھانا ہے۔ اور میں اُن سے کہتا یہ سب میرے دسترخوان پر دستیاب ہوگا۔ سرائیکی میں کہتے: ''لالہ بہوں ڈاڈھے او''...... (بھائی بہت زور آور ہو۔ اپنی منواتے ہو)

دراز قد ذوالکفل کے چلنے کے انداز میں ٹھہراؤ تھا۔ بالکل ایسے لگتا جیسے بلندی سے کوئی شخص اتر رہا ہو۔ (سیرتِ طیبہ میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کا انداز ایسا ہی لکھا ہے۔ وہ رسُولی چال چلتا تھا اور اِس سنت پر عامل تھا۔) نماز میں انہماک، خشوع وخضوع کمال تھا۔ میں نے خانقاہ کی مسجد میں اُنھیں جب بھی نماز کی حالت میں دیکھا، رشک کیا کہ ہمیں بھی ایسی نماز نصیب ہو۔ شادی کے بعد ذوالکفل کی صحت اِس لحاظ سے بہتر ہوگئی کہ اُن کا جسم بھر گیا اور تھوڑے مائل بہ فربہی نظر آنے لگے۔ ہم نے کہا ''الحمدللہ شاہ جی کو شادی راس آگئی ہے۔''

بابا جی قبلہ حضرت مولانا خان محمد مدظلہٗ العالی کی نہ صرف صحبت سے فیضیاب ہوتے بلکہ شاہ جی نے اُن سے سلوک کی منازل طے کیں۔ ایک اہم بات کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے گھرانے سے بابا جی کو جو محبت اور عقیدت تھی اُس کا نظارہ کئی بار دیکھا۔ ایک بار اپنے حجرے میں پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے ڈاکٹرز کے کہنے پر چارپائی پر تکیوں کے سہارے پاؤں پسار کر آرام کر رہے تھے، اِسی دوران ذوالکفل آئے۔ میں نے عرض کیا:

''بابا جی...... ذوالکفل شاہ صاحب آئے ہیں۔''

مسکرائے اور کہا اچھا...... مصافحہ کرنے کے ساتھ ہی بابا جی نے پاؤں سمیٹ لیے اور چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حال احوال پوچھا۔ ایک درویش کو کھانے اور آرام کا خیال رکھنے کی تاکید کی...... میں نے عرض کیا:

''بابا جی...... شاہ جی کو میں نے گرفتار کر لیا ہے۔ قیام وطعام میرے پاس ہے۔

فرمایا...... ''بھئی بہت اچھا۔''

جتنی دیر ذوالکفل موجود رہے، بابا جی پاؤں سمیٹ کر بیٹھے رہے۔

ایک بار بابا جی کی علالت کی وجہ سے ہم نے نمازِ باجماعت اُن کے ساتھ گھر اُن کے کمرے میں ادا کی۔ نماز کے بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باباجی نے دعا کی۔ میں نے عرض کیا:

''باباجی...... ذوالکفل کی والدہ محترمہ کا اصرار ہے کہ یہ سعودیہ سے مستقل پاکستان لوٹ آئے۔''

باباجی قبلہ نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا......

علالت اور ضعیفی کے باوجود باباجی نے لیٹنے سے گریز کیا اور پاؤں لٹکا کر بیٹھے رہے۔ ہم نے اُن کے پاؤں کے نیچے دو تکیے رکھ دیے۔ ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب موجود تھے جن کی وابستگی خانقاہ سراجیہ سے عشق کی حدوں کو چھوتی ہے۔ ذوالکفل نے کہا۔

''باباجی...... آج کچھ دیر آپ سے باتیں کرنے کو جی کر رہا ہے۔''

''ضرور بھئی ضرور...... خوشی سے......''

قریبًا ایک گھنٹہ محفل رہی جس میں ذوالکفل نے باباجی سے دارالعلوم دیوبند میں اُن کے تعلیمی مشاغل، اساتذہ، معاصرین اور اُس عہد کے بارے میں گفتگو کی...... کاش میرے پاس ریکارڈنگ کا اہتمام ہوتا اور اُس رات کی گفتگو محفوظ ہوجاتی۔ جب ایک گھنٹے سے اوپر وقت ہوا تو میں نے آہستہ سے شاہ جی سے کہا کہ جب تک آپ موجود ہیں آپ کے گھرانے کے احترام میں باباجی لیٹیں گے نہیں...... اجازت نہ لی جائے...... ہم نے اجازت لی۔

ذوالکفل علم کا سمندر تھا۔ جس موضوع پر بولتے اُن کی معلومات حیران کردیا کرتی تھیں۔ دینی موضوعات سے لے کر ادبی، سیاسی، معاشرتی، ملکی، بین الاقوامی موضوعات اُن کے سامنے طفلِ مکتب تھے۔

میں نے اپنی والدہ کا طویل خاکہ جو قریبًا ڈیڑھ سو صفحات پر محیط تھا، مکمل کیا اور اُسے کتابی شکل میں لانے کے لیے نام تجویز کرنا زیرِ غور تھا۔ کئی نام، کئی تجاویز تھیں۔ ایک دن ڈرائنگ روم میں ہم کھانا کھا رہے تھے تو میں نے کہا:

''یار ذوالکفل، میری کتاب کا نام تجویز کرو۔''

ذوالکفل سے میری بے تکلفی تھی اور عرض کر رکھا تھا کہ بے تکلفی سے پکارنے اور بات کے دوران اگر کوئی جملہ، کوئی بات حدِ ادب سے گر جائے تو معاف کردیا کریں۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا...... ذوالکفل نے کہا:

''لالہ...... ''میا'' بہترین نام ہے۔ اِسی کو فائنل کرلیں۔''

اِس کے بعد کسی اور نام کی گنجائش ہی کہاں تھی۔ ''میاّ'' کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تو میں نے کہا:

''پیرومرشد...... (کئی بار محبت سے میں ذوالکفل کو پیرومرشد پکارتا) یہ آپ کے نام رکھنے کی برکت ہے کہ ''میاّ'' کا تیسرا ایڈیشن آگیا۔

ذوالکفل نے مسکرا کر کہا:

''لالہ تساں وی کمال کریندے او۔ محنت تہاڈی تے کریڈٹ اساڈے ناں''

اردو ادب اکثر زیرِ موضوع رہتا۔ ایک بار میں نے پوچھا:

''شاہ جی.... مشہور ادبی سکالر سراج منیر نے ایک ادبی جریدہ روایت نکالا تھا۔ اس کے چار شمارے منظرِ عام پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئے تھے۔ وہ کہیں سے مل جاتا......نا......؟

وہ تو میری کولیکشن میں ہے......اگلی بار لیتا آؤں گا۔

اگلی بار جب خانقاہ آئے تو ہم مسجد کی سیڑھیاں اتر رہے تھے۔ چائے تیار تھی۔ وہ میرے گھر کی بجائے تسبیح خانے کے رخ ہو لیے......

''شاہ جی خیریت......''

''لالہ تہاڈے واسطے سراج منیر دے روایت دے چاروں شمارے آندے ہن۔ او میں بیگ وچوں کڈھی آواں''

میں نے عرض کیا کہ میں ان کی فوٹو کاپی کرالیتا ہوں۔

کہنے لگے ''فوٹو کاپی کیوں، یہ آپ کے لیے ہیں۔''

''لیکن شاہ جی یہ آپ کی نایاب کولیکشن ہے۔''

''لالہ......ایک ہی بات ہے۔ یہ آپ کے پاس ہوں یا میرے پاس۔''

ذوالکفل شاہ جی کا ایک واقعہ مجھے ڈاکٹر اطہر نے سنایا کہ ایک دفعہ باباجی قبلہ اسلام آباد تشریف لائے۔ آپ کا قیام حاجی یعقوب صاحب کے ہاں تھا۔ حاجی یعقوب صاحب کا تعلق جھنگ سے ہے اور ملازمت کے سلسلے میں وہ اسلام آباد مقیم ہیں۔ انتہائی سادہ، ملیح، نیک، بردبار اور پرخلوص انسان ہیں۔ حاجی صاحب کے سرکاری کوارٹر کی بیٹھک بہت چھوٹی ہے۔ باباجی وہاں قیام پذیر تھے۔ ذوالکفل شاہ جی بھی اسلام آباد میں تھے اور وہ باباجی کی زیارت کو آئے اور مصافحہ کر کے بیٹھ گئے۔ بعد میں آنے والے ساتھیوں کو جہاں جگہ ملی بیٹھتے گئے۔ ڈاکٹر اطہر کا کہنا ہے کہ اِسی دوران ایک ساتھی آیا اور باباجی اور ذوالکفل شاہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ میری نظر پڑی۔ حضرت کی طبیعت میں بے چینی تھی اور وہ ہاتھ کے اشارے سے کچھ فرمارہے تھے۔ میری جرات نہیں تھی کہ لب کشائی کروں اور سوچ رہا تھا کہ کوئی پرانا ساتھی اشارہ سمجھ لے۔ اللہ نے میری سن لی اور ایک ساتھی نے اُس ساتھی سے جو باباجی قبلہ اور ذوالکفل کے درمیان بیٹھا تھا، کہا:

''بھائی تم یہاں آجاؤ۔''

جیسے ہی وہ صاحب وہاں سے اٹھے، میں نے دیکھا باباجی کے چہرے پر اطمینان کی لہر اتر آئی۔

دھند ہے...... گہری اور دبیز دھند......

آنسو خشک ہوگئے۔ پھر بھی دھند ہے۔ کفیل شاہ آپ نے کیوں کہا کہ مجھے بھی لکھنا ہے۔ میں ذوالکفل پر کیسے لکھوں......؟ میرا دل بہت کمزور ہے۔ آنسو پھر سرسبز ہوگئے اور دھند چھاگئی۔ کفیل شاہ آپ نے کیوں کہا...... بولیے نا کیوں......؟ ذوالکفل میرے لان میں بیٹھا ناشتہ کر رہا ہے۔

۲۰۰۶ء کی بات ہے میری بیٹی امامہ کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ میں نے سعودیہ فون کیا

''شاہ جی......آپ کی بھابی کی فرمائش ہے کہ آپ سعودیہ سے فرانس کی ''مورا کمپنی'' کے دوسنگل کمبل لیتے آئیں۔ ادائیگی ہمارے ذمہ۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''لالہ...... کمبل لیتا آؤں گا۔ باقی باتیں جھگڑے پاکستان آنے پر چکا لیں گے۔''

ذوالکفل میرے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے...... کمبل سامنے رکھے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کی بھابی پوچھ رہی ہیں یہ کتنے میں آئے ہیں......؟

''لالہ بھابی سے کہہ دیں رقم ادا کر کے لینا تھے تو پھر مجھے کیوں کہا۔ یہ بیٹی کے لیے ایک حقیر سا تحفہ قبول کریں۔''

شادی کے بعد میں نے امامہ سے کہا۔ یہ کمبل بہت قیمتی ہیں۔ انھیں ساری عمر سنبھال کے رکھنا ہے۔''

وقت سرکتے دیر ہی کتنی لگتی ہے......

کہا ہے نا...... یہ ۲۰۰۹ء ہے...... آخری ملاقات...... ذوالکفل میرے لان میں بیٹھا ناشتہ کر رہا ہے۔ کل شام میں اپنی خانقاہ کی مسجد کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ مسجد کے صحن میں متبسم ذوالکفل اور مولانا حبیب الرحمٰن کو دیکھا۔ جی کھل اٹھا۔ مسجد کے صحن میں کتنی دیر باتیں کرتے رہے۔

ناشتے کے دوران میں نے کہا:

''شاہ جی...... حفصہ بیٹی کی اسی سال رخصتی متوقع ہے۔ دو سنگل کمبل ''مورا کمپنی'' کے...... اور...... اور ہم ذوالکفل کو رقم ادا نہیں کریں گے۔''

''لالہ مجھے آپ کی اس بات سے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ آپ کو اندازہ نہیں۔''

''بھائی ذوالکفل...... کس نے کہا تھا اتنی بے تکلفی پالیں۔''

ہنسی کی مترنم آواز......

''لالہ فکر نہیں کرنا۔ بیٹی کی رخصتی سے پہلے کمبل بھیج دوں گا۔''

پھر ایک فون آیا...... مجھ سے خیریت معلوم کر کے کہا۔

''لالہ فکر نہیں کرنا۔ میں بیٹی کی رخصتی سے پہلے کمبل بھیج دوں گا۔''

پھر چار دن بعد فون آیا......

ملتان سے ماں جی (میرے بیٹے داماد سعد قیوم خاکوانی کی والدہ محترمہ) کا فون تھا اور پھر لامتناہی سناٹا...... خبر تھی یا کوئی قیامت جو گزری۔ مجھے سکتہ ہو گیا۔

''بیٹا سعودی عرب ذوالکفل شاہ جی کار کے حادثے میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔''

پھر مسلسل فون بجنا شروع ہو گیا۔

فون اب بھی بج رہا ہے۔

خانقاہ کی مسجد کی سیڑھیاں چڑھتے اُترتے کوئی میرے اندر مجھ سے سوال کرتا ہے۔

''ذوالکفل کس دیس جا بسے ہو......؟''

© rasailojaraid.com